بہارِ اسلام، وحدتِ اسلامی اور آیت اللہ امام خمینیؒ

سراج نقوی

۱۱رفروری ۱۹۷۹ء کو آیت اللہ روح اللہ خمینیؒ کی عظیم قیادت میں ایران میں رونما ہونے والے اسلامی انقلاب کی نعمتوں کی اگر کوئی فہرست مرتب کی جائے تو اس میں 'وحدت اسلامی' کے تصور کو عملی شکل دینے کی رہبر انقلاب کی کوششوں کو ملنے والی کامیابی کو بلاشبہ نمایاں ترین مقام حاصل ہوگا۔ آپ نے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے فوراً بعد 'نہ شرقی نہ غربی فقط جمہوری اسلامی' کا نعرہ دے کر ایرانی عوام ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام پر یہ واضح کردیا تھا کہ ان کی فلاح و بہبود بڑی طاقتوں کی حاشیہ برداری اور استعماریت کی جی حضوری میں نہیں بلکہ اسلام کے پرچم تلے متحد ہونے میں ہے۔ آپ کے نظریۂ وحدت کا ایک سرسری جائزہ بھی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ مسلمانوں کو اتحاد کی ایک ڈور میں باندھنے کو ہی آپ نے اپنا مقصد بنالیا تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ:

> ''اگر مسلمان اسلامی احکام پر عمل کریں، اتحاد کی روح کو برقرار رکھیں اور اختلافات وتنازعات سے ہاتھ کھینچ لیں جو کہ ان کی شکست کی اصل وجہ ہیں تو لاالٰہ الاّاللہ کے پرچم کے سائے میں اسلام دشمنوں اور عالمی غارتگروں کے ہاتھوں سے محفوظ ہوجائے گا اور مسلمان مشرق ومغرب کا اثر ورسوخ اپنے عزیز ممالک سے ختم کردیں گے کیونکہ ان کی تعداد بھی سب سے زیادہ اور وسائل بھی نہ ختم ہونے والے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرمتناہی طاقت ان کی نصرت کے لیے موجود ہے اور سپر طاقتیں ان کی محتاج ہیں۔''[۱]

درحقیقت امام خمینیؒ تمام مسلمانوں کو اسلام اور اسلامی اتحاد کا پابند بناکر انہیں ایک ایسی طاقت کے طور پر دیکھنے کے خواہشمند تھے کہ جو سامراج اور استعماریت کے سامنے بلاخوف وخطر سینہ سپر ہوسکے اور ان کی سازشوں کا منہ توڑ جواب دینے کی اہل ہوسکے۔ اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ:

> ''اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ صدر اسلام والی عزت اور عظمت پھر

سے حاصل کر لیں تو انہیں اسلام اور اتحاد پر کار بند ہونا چاہیے۔'' ۲

امام خمینیؒ جس طرح پوری زندگی مبینہ سپر طاقتوں کو للکارتے رہے اور تسلّط پسند استکبار کے خلاف آواز بلند کرتے رہے، وہ محض دھمکی نہ تھی بلکہ اس کے پس پشت اسلامی تشخص کا وہ ادراک تھا جسے وہ دنیا کے ہر مسلمان میں دیکھنے کے خواہاں تھے۔ آپ کا کہنا تھا:

''میرے عزیز بھائیو اور بہنو! آپ جس ملک میں بھی ہوں اپنی قومی اور اسلامی حیثیت کی حفاظت کریں۔ ہمارے تمام مادی اور معنوی مفادات تو بڑی طاقتیں لے جاتی ہیں اور ہمیں غربت اور سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور دفاعی وابستگی وغلامی میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ہوش میں آیئے اور اپنے اسلامی تشخص کا ادراک کیجئے۔ ظلم کے آگے سر تسلیم خم نہ کیجئے اور پورے اعتماد کے ساتھ عالمی لٹیروں، جن میں امریکہ سرفہرست ہے کی سازشوں کا پردہ چاک کر دیں۔'' ۳

۴/ اردیبہشت (۲۴/ اپریل ۱۹۷۹ء) کو انتظامیہ، پولس اور شہر ساوہ کے عوام کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ:

''میں امید رکھتا ہوں کہ یہ اتحاد 'وحدت کلمہ' جو ہماری ملت کے تمام طبقوں کے درمیان موجود ہے، باقی رہے اور اسی وحدت کلمہ کے سہارے اسلامی تحریکیں آگے بڑھیں اور اسلامی حکومت عدل قائم کر کے تمام طبقے حقوق حاصل کریں۔''

مشہور اردو شاعر ابوالمجاہد زاہد کا ایک شعر ہے کہ۔

پتّہ شجر سے ٹوٹ کے بے وزن ہوگیا
اڑنے لگا جدھر بھی اڑانے لگی ہوا

شاعر مشرق علامہ اقبال نے بھی اپنی شاعری میں بے شمار مقامات پر عالم اسلام میں انتشار کی بہت پر تاثیر انداز میں نشاندہی اور اس صورتحال پر اظہار افسوس کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

شیرازہ ہوا ملّت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلماں کدھر جائے

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ماننے والوں کو سب سے بڑا نقصان خود ان کے آپسی انتشار

وخلفشار سے پہنچا اور اسلام مخالف وظالم طاقتوں نے اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب اور جہاں موقع ملا ان کا استحصال کیا اور ان مادّی واقتصادی وسائل کو جی بھر کر لوٹا۔ آیت اللہ خمینیؒ کو اس صورتحال کا گہرا شعور تھا یہی سبب ہے کہ انہوں نے وحدت اسلامی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے کر زندگی بھر اس کے لیے اپنے عمل اور پیغام سے ٹھوس کوششیں کیں، اور آپ کی ان کوششوں کا ہی ثمرہ ہے کہ آج کئی اسلامی ممالک نے اپنے ظالم وجابر حکمرانوں یا ان کے مغربی آقاؤں کے خلاف آواز احتجاج بلند کرتے ہوئے اس ذہنی وسیاسی غلامی کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا ہے کہ جس نے ان کی آزادانہ ترقی اور اسلامی اتحاد کی راہوں کو مسدود کر رکھا تھا۔ گزشتہ تقریباً ایک برس میں کئی مسلم ممالک میں رونما ہوئی سیاسی وسماجی تبدیلیاں اس کا ثبوت ہیں۔

ایران کے سابق وزیر خارجہ علی اکبر ولایتی نے گزشتہ برس ۲۳ر دسمبر کو نئی دلی میں ایک پریس کانفرنس میں مشرق وسطیٰ میں اٹھنے والی عوامی تحریکوں کو مغرب کے ذریعہ بہار عرب کہے جانے کو غلط قرار دیتے ہوئے اسے بہار اسلام کہے جانے پر زور دیا تھا۔ موصوف نے دلیل پیش کی کہ ہر جگہ اسلام پسندوں کو کامیابی مل رہی ہے۔

علی اکبر ولایتی اسلامی انقلاب کے موجودہ رہبر آیت اللہ علی خامنہ ای کے مشیر خاص ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر سفارتکار اور عالمی سیاست پر گہری نظر رکھنے والے مفکر کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کی حالیہ عوامی تحریکوں کے تعلق سے پیش کی گئی ان کی مذکورہ رائے درحقیقت عالم اسلام میں بیداری کے نئے دور کی طرف اشارہ ہے۔ اگر ہم تیونس میں ایک معمولی میوہ فروش ریڑی والے کی خودسوزی سے شروع ہوئے عوامی مظاہروں کے نتائج پر نگاہ ڈالیں تو یہ واضح ہو جائے گا کہ ان کی کامیابی میں اسلام پسند طاقتوں نے سرگرم رول ادا کیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ تیونس میں انتخابات کے بعد جو پارلیمنٹ منتخب ہوئی اس میں ملک کی ایک سرکردہ اسلام پسند پارٹی سب سے بڑی پارٹی کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔ تیونس کے بعد عوامی انقلاب کی اس لہر نے مصر کو اپنی گرفت میں لیا، جہاں برسوں سے مصروف جدوجہد اسلامی گروپ ،اخوان المسلمین ، کو نمایاں کامیابی ملی۔ لیبیا کے عوامی انقلاب کا ناٹو اور امریکہ نے حالانکہ اغوا کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش کے نتیجے میں ہی وہاں حالات نے خانہ جنگی کا رخ اختیار کیا، لیکن اس کے باوجود معمر قذافی کے طویل اور آمرانہ دور اقتدار کو ختم کرنے اور اس کے بعد حالات کو قابو میں کرنے و امریکہ اور ناٹو کی سازشوں کے اثرات کو

کم کرنے میں اسلام پسند طاقتوں کے نمایاں رول کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ بحرین وسعودی عرب کی حکومتوں نے فی الحال اسلامی بیداری کی اس لہر کو جبر وتشدد سے دبا دیا ہے، لیکن یہ مان لینا بہر حال غلط ہوگا کہ ان ممالک میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے اور قیام جمہوریت و اصلاحات کے نعرہ سے شروع ہوئی اسلامی بیداری کی اس تحریک کو بزور طاقت طویل عرصہ تک دبایا جا سکتا ہے۔

عام اسلام کو نئی طاقت اور توانائی فراہم کرنے والی بیداری کی اس لہر نے فلسطینی مجاہدین کے حوصلوں کو بھی گرما دیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج فلسطینی تحریک ایک نئے رنگ و روپ میں اور نئے حوصلوں کے ساتھ صہیونیت کی شیطانی چالوں کے مقابلہ پر سینہ سپر ہے اور حالیہ دنوں میں کئی اہم اور تاریخی کامیابیاں بھی اسے ملی ہیں۔ رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ روح اللہ خمینی ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ فلسطین کی نجات اور صہیونیت کے توسیع پسندانہ عزائم کے آگے بند باندھنے کا واحد راستہ مسلمانوں کی اسلام کی طرف بازگشت اور ان کا آپس میں اتحاد ہے۔ عظیم روحانی پیشوا کا یہ قول آج بھی فلسطینی مقصد سے ہمدردی رکھنے والوں اور اس کی سرگرم حمایت کرنے والوں میں بیحد مقبول ہے اور انہیں حوصلہ بخش رہا ہے کہ ”اگر تمام مسلمان متحد ہو کر صرف ایک ایک پانی کی بالٹی اسرائیل پر انڈیل دیں تو اسرائیل ایک عظیم سیلاب میں غرق ہو جائے گا۔“ حقیقت یہ ہے کہ تیونس کے عوامی انقلاب کی شکل میں پیدا ہوئے والی اسلامی بیداری کی لہر سے فلسطینی جدو جہد کے نئے منظر نامہ تک انقلاب اسلامی ایران کے بالواسطہ اثرات کا ایک اہم رول ہے۔ اس کے علاوہ رہبر انقلاب کی ہدایات کا جوان کے خطبات کی شکل میں موجود ہیں بڑا رول ہے۔

یہ بے سبب نہیں ہے کہ آج اسرائیل اور امریکہ مشرق وسطیٰ میں آئی تبدیلیوں کی ظاہری حمایت کے باوجود ان ممالک میں اسلام پسندوں کے بڑھتے ہوئے غلبہ سے خوفزدہ ہیں، یہ بھی بے سبب نہیں ہے کہ صہیونیت اور سامراجیت کے کارندوں اور اسکے زرخرید غلاموں کو ایران سے آج سب سے بڑا خطرہ نظر آ رہا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل کی اس خوف کی نفسیات کا اگر وحدت اسلامی کے تناظر میں گہرائی سے جائزہ لیں تو یہ واضح ہو جائے گا کہ معاملہ کیا ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور ثابت ہے کہ سامراجی طاقتوں کو ایران کے اسلامی انقلاب نے جو دراصل ایرانی عوام میں اسلامی بیداری کا نتیجہ تھا وہ زخم دیے کہ جو آج تک بھر نہیں سکے ہیں۔ یہ زخم امریکی زعم اور تکبر کی شکست اور اس خطہ میں ایران جیسے اہم ملک سے اس کی ذلت آمیز سفارتی سماجی ،سیاسی ونظریاتی بے

دخلی اور اس کی سامراجی چالوں کی ناکامی کی شکل میں اسے ملے۔

ماضی کے تلخ اور ذلت آمیز تجربوں کا یہ بھوت ابھی تک سامراجیت کے علمبردار کا پیچھا نہیں چھوڑ سکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کی عصری بیداری نے صہیونیت اور سامراجیت کی نیند حرام کر دی ہے۔ ایران کے اسلامی انقلاب سے چوٹ کھائی طاقتیں اسلامی بیداری کی موجودہ لہر کو بھی اسی تناظر میں دیکھ رہی ہیں، اسی لئے وہ تشویش میں مبتلا ہیں اور ایران کو بھی گھیرنے کے بہانے تلاش کر رہی ہیں۔

معاملہ صرف امریکہ کا ہی نہیں ہے، بلکہ صہیونیت بھی اسلامی بیداری کی اس لہر سے لرزہ براندام ہے ۲۰۰۶ء کی جنگ میں حزب اللہ کا طمانچہ کھانے کے بعد حال ہی میں اسرائیل کو اپنے ایک فوجی کے بدلے ۱۰۰۰ سے زیادہ فلسطینی قیدیوں کی رہائی پر اگر رضا مند ہونا پڑا تو یہ اس کی فراخ دلی، وسیع القلبی یا مصالحتی پالیسی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ حماس اور تمام فلسطینیوں کی اس اسلامی بیداری کا ہی کرشمہ تھا کہ جس نے انہیں متحد بھی کیا اور یہ حوصلہ بھی بخشا کہ وہ اسرائیل و امریکہ کے تمام تر دباؤ کے سامنے اس وقت تک ثابت قدم رہے جب تک کہ اس سے اپنے مطلوبہ قیدیوں کی رہائی کو یقینی نہ بنوا لیا۔ ہر چند کہ ۱۰۰۰ سے زائد فلسطینی قیدیوں کی رہائی کے باوجود اسرائیل کی شرانگیزیوں اور فتنہ پردازیوں کا سلسلہ تھما نہیں ہے اور اس میں خوف اور بوکھلاہٹ کے سبب شدت پیدا ہوئی ہے، مظلوم فلسطینیوں کی گرفتاری کا سلسلہ بھی بڑھا ہے لیکن جہاں تک فلسطین کا تعلق ہے تو اسے مذکورہ واقعہ نے ایک تاریخ ساز احساس فتحمندی سے دو چار کیا ہے اور یہ باور کرایا ہے کہ اس کی کامیابی کا انحصار اسلامی اتحاد کے اس جذبہ میں ہی پوشیدہ ہے جو کثرت و وحدت کے فرق پر بھی غالب آجاتا ہے۔ اہل فلسطین کے اس جذبہ کا مظاہرہ حال کے کئی واقعات میں ہوا ہے۔

اردن کے دارالحکومت عمان سے القدس کی جانب بین الاقوامی ملین مارچ کا اعلان اور غزہ میں حماس کے قیام کی ۲۴ ویں سالگرہ کے موقع پر ساڑھے تین لاکھ افراد کے ذریعہ حماس کی ایک آواز پر اپنی جانیں قربان کر دینے کا عزم اپنے آپ میں ایک تاریخی واقعہ ہے۔ حال ہی میں عراق سے امریکی فوجوں کی واپسی کا اصل سبب بھی امریکہ کی دریا دلی نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ میں اٹھنے والی عوامی اور اسلامی بیداری کی لہر کے وہ اثرات ہیں کہ جو شیاطین ملوکیت کو ہمیشہ خوفزدہ کرتے رہے ہیں۔ اردن کی راجدھانی عمان میں ۱۴؍دسمبر ۲۰۱۱ء کو ۳ برّ اعظموں کے ۱۵؍ممالک نے ایک اجلاس میں فلسطینی تنظیموں

اورحقوق انسانی کے گروپوں کے تعاون سے مارچ ۲۰۱۲ء میں جس ''ملین مارچ'' کے انعقاد کا اعلان کیا ہے اسے مغربی میڈیا نے حالانکہ کم رنگ کرنے کی کوشش کی اور اسے ذرائع ابلاغ میں بہت زیادہ اہمیت نہیں دی گئی، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ بیت المقدس کی بازیابی کے لئے یہ مارچ ایک اہم قدم ہوگا۔ بیت المقدس کے تعلق سے امت مسلمہ نے قیام اسرائیل کے بعد سے ہی جو کمزور رویہ اپنایا اس پر گفتگو یہاں غیرضروری اور لا حاصل ہے،لیکن اب تمام دنیا اور خصوصا مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں میں یہ احساس مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے کہ قبلہ اوّل کوصہیونی پنجوں سے نجات دلانے کے لئے انہیں متحد ہوکر کاروائی کرنے کی ضرورت ہے۔ملین مارچ کا اعلان اس احساس کوعملی شکل دینے کی ہی ایک کوشش ہے۔ مذکورہ اعلان کے مطابق آئندہ برس مارچ میں اردن کی راجدھانی عمان سے یہ مارچ القدس کی جانب روانہ ہوگا۔جس میں ۳براعظموں کے ۱۵ ممالک شرکت کریں گے۔اس اجلاس کے اختتام پر جو بیان جاری کیا گیا ہے اسے نہ صرف بیت المقدس کی بازیابی کی سمت میں ایک اہم قدم قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ یہ عالم اسلام کی بیداری کا بھی ثبوت ہے۔اس بیان میں کہا گیا ہے کہ'' عالمی سطح پرمقبوضہ بیت المقدس میں اسرائیل کی نسل پرستی اورفلسطینیوں کی نسل کشی کے خلاف انتقام کے جذبات بڑھ رہے ہیں۔ عالمی برادری میں شامل کئی عرب اسلامی اور دیگرممالک القدس میں اسرائیل کی یک طرفہ سرگرمیوں کو روکنے کے لئےملین مارچ کے لئے تیار ہیں'' بیان کےمطابق'' فلسطین کی سرحد سےملین مارچ آئندہ سال ۳۰؍مارچ کو بیت المقدس کی جانب روانہ ہو گا۔ملین مارچ میں مختلف قافلے مصر، اردن، عمان اورشام کی حدود کی طرف سے روانہ ہونگے ، جبکہ تین قافلےفلسطین کے اندر سےغزہ کی پٹی ،مغربی کنارے اورشمالی فلسطین سے القدس کی طرف کوچ کریں گے۔فلسطین کی سرحد پر لاکھوں کا یہ اجتماع عالمی برادری سے بیت المقدس کی آزادی کا مطالبہ کریگا۔'' ملین مارچ سے وابستہ فلسطینی اورحقوق انسانی کی تنظیمیں اس مارچ کوفلسطینی مقصد کے لئے اب تک کیے جانے والے مظاہروں کی تاریخ کا سب سے بڑا مظاہرہ بنانے کے لئے پرعزم ہیں۔

دوسری طرف فلسطین کی سرگرم تحریک مزاحمت ،حماس کے ۲۴ ویں یوم تاسیس کے موقع پر غزہ کےمغرب میں بریگیڈ گراؤنڈ پرساڑھے تین لاکھ فلسطینیوں کاعظیم احتجاج اس بات کا اعلان ہے کہ حالات بدل رہے ہیں اورمسلمان اتحاد کی اہمیت سمجھ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی اس شعوری بیداری کا ہی نتیجہ ہے کہ آزادئ فلسطین کےتعلق سے الگ الگ حکمت عملی پرعمل پیرا 'الفتح' اور 'حماس' گروپ

ایک دوسرے کے قریب آئے ہیں برسوں سے آزادیٔ فلسطین کے لئے مصروف جدو جہد ان دونوں گروپوں کے ایک دوسرے سے ٹکراؤ نے صہیونی طاقتوں کو کتنا فائدہ پہنچایا اس کا ذکر یہاں لاحاصل ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دونوں گروپوں کے اختلافات کو ہوا دینے میں خود صہیونی حکومت اور اس کی پشت پناہی کرنے والی امریکہ جیسی سامراجی طاقتوں کا اہم رول رہا ہے، لیکن اب دونوں گروپوں نے جس طرح ایک دوسرے کے قریب آنے کے اشارے دیے ہیں وہ ایک خوش آئند قدم ہے۔ 'الفتح' اور حماس میں مفاہمت کے اشارے ملنے کے بعد اسرائیل کی فکر مندی ہی اس اتحاد کی اہمیت کو واضح کر دیتی ہے۔ اس مفاہمت سے بوکھلائے ہوئے اسرائیل نے نام نہاد امن مذاکرات کو بھی ایک مرتبہ پھر معطل کردیا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر دیکھیں تو فلسطینیوں کے اس اتحاد اور عالم اسلام کی مسئلہ فلسطین پر بیداری کے مثبت نتائج نظر آرہے ہیں۔ امریکہ کی تمام تر مخالفت کے باوجود فلسطین کو 'یونیسکو' کی مکمل رُکنیت ملنا اور عالمی برادری کے ۱۱۶ر ممالک کے ذریعہ فلسطین کو تسلیم کیا جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ سلامتی کونسل کے ۱۵ر رکن ممالک میں سے امریکہ کو چھوڑ کر باقی ۱۴ر ممالک کے ذریعہ صہیونی حکومت کی حالیہ شرانگیزیوں اور مقبوضہ علاقوں میں جاری تعمیرات پر سخت تنقید کو بھی محض ایک معمولی کاروائی مان کر نظر انداز کر دینا غلط ہوگا۔ عالمی برادری کے ان اقدامات کی بین السطور عبارت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس پیغام کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جو ان اقدامات کا سبب بنا اور وہ پیغام یہ ہے کہ اتحاد ہی تمام طاقت اور کامیابیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس اتحاد کی پہلی اور سب سے اہم منزل امت مسلمہ میں اسلامی شعور کی بیداری ہے۔ یہ بیداری آج مبینہ عرب بہاریہ کی شکل میں نظر آرہی ہے، اور اس بیداری کی لہر نے صرف فلسطین یا عراق کو ہی اپنی گرفت میں نہیں لیا بلکہ پورے مشرق وسطیٰ میں اسے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ سامراجی طاقتوں کی حاشیہ بردار چند مسلم حکومتیں عوامی بیداری کے اس سیلاب پر بند باندھنے اور اس کا زور کم کرنے کے ہتھکنڈے اختیار کررہی ہیں، لیکن مستقبل کی عبارت کو پڑھنے کا سیاسی شعور رکھنے والے آسانی سے اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسی لاحاصل کوششیں کرنے والوں کو آج نہ سہی کل ذلت آمیز شکست اور ہزیمت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

۲۲ر نومبر ۱۹۷۸ء کو لبنانی روزنامہ 'السفر' کو انٹرویو دیتے ہوئے امام خمینیؒ نے کہا تھا کہ ''عرب مسلمان بھائیوں کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ اپنے

اختلافات ختم کریں، دوسرے غیر عرب مسلمان بھائیوں سے مل جل کر رہیں، اسلام پر بھروسہ کریں، بے حساب مادی ذخائر اور سب سے اہم الٰہی اور معنوی ذخیرے یعنی اسلام کے ذریعہ آپ ایک ایسی طاقت بن کر اُبھر سکتے ہیں کہ ہرگز بڑی طاقتیں آپ پر مسلّط ہونے کا خیال نہ کرسکیں۔''[۴]

تقریباً ۳۳ سال قبل بلند کی گئی رہبر انقلاب کی اس آواز کی بازگشت کو مشرق وسطیٰ میں رونما ہونے والی 'بہار اسلام' میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ فلسطینی مقصد کے لئے جد وجہد کرنے والوں کی کوششوں اور باہم متحد ہونے اپنائی گئی حکمت عملیوں میں دیکھا جا سکتا ہے، اور اس کے ظاہر ہونے والے اثرات سے یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سامراجی اور صہیونی طاقتوں کے خوفزدہ ہونے اور بوکھلانے کا سبب درحقیقت اسلامی بیداری کی یہ لہر ہی ہے جس کی ابتدا ایران کے اسلامی انقلاب سے ہوئی تھی۔

حوالے:

۱۔تبیان وحدت، صفحہ ۲۲۰

۲۔صحیفۂ نور، جلد ۸، صفحہ ۲۳۰

۳۔صحیفۂ نور، جلد ۱۹، صفحہ ۲۲۶

۴۔صحیفۂ نور، جلد ۳، صفحہ ۲۳۸

☆